مغربی تہذیب کا بحران

جناب ریاض الحسن نوری ایم اے

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن
اَمَّا بَعْدُ۔ فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ۔ یعنی ہم غیر مسلموں کو کائنات میں اور خود اُن کی اپنی جانوں میں ایسی نشانیاں دکھائیں گے کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ قرآن کریم میں جو کچھ کہا گیا ہے حق ہے۔

ہم پہلے بھی بعض مضامین میں کائنات سے متعلق قرآن میں بیان کردہ بعض حقائق پیش کر چکے ہیں جن کو آج سائنس دان بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اب ہم بہ الفاظ قرآن "خود اُن کی جانوں" سے عیاں ہونے والے چند حقائق کی طرف مختصراً اشارے کریں گے جس سے ان حقائق کی سچائی بھی واضح ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ فِی الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ
(سبا - ۸)

یعنی جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور بڑی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

منکرین آخرت کو مرنے کے بعد جو عذاب ہوگا اس کا تو ہم یہاں ذکر نہیں کریں گے البتہ یہ لوگ اس دُنیا میں جس عذاب اور گمراہی میں مبتلا ہیں، اس کی ایک جھلک ہم ضرور دکھائیں گے۔

ایمان و یقین کا خاتمہ یورپ کے عیسائی پہلے بھی آخرت میں واجبی سا ایمان رکھتے تھے - ان کے کئی پوپ بھی ایسے گذرے ہیں جو منکرِ خدا تھے مگر دُنیاوی فائدے کے لیے عیسائیت کو اختیار کیے ہوئے تھے۔

برٹرینڈ رسل لکھتا ہے کہ اگرچہ پادریوں نے مخالفت کی مگر برطانیہ کی پریوی کونسل نے فیصلہ کر دیا ہے کہ عیسائی ہونے کے لیے دوزخ پر یقین ضروری نہیں۔[1] اب تو ایسے فرقے بھی پیدا ہو گئے ہیں کہ جن میں عیسائیت کے بہت سے بنیادی عقائد مثلاً خدا و آخرت کو ماننا بھی ضروری نہیں رہا - اب آخرت کے انکار کا کیا اثر ہوا یہ بھی سُن لیجیے۔

برٹرینڈ رسل ہی لکھتا ہے:

" زندگی اگرچہ ہر زمانے میں تکالیف سے پُر رہی ہے مگر آج ہمارے زمانے میں یہ اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ اور اندوہناک ہو چکی ہے جتنی کہ آج سے دو صدیاں پیشتر تھی۔"[2]

اس کی وجہ یقین اور ایمان کی کمزوری یا فقدان ہے - اس کے ثبوت کے طور پر دورِ جدید کی مشہور ماہرِ اقتصادیات یعنی کیمرج یونیورسٹی کی جون رابنسن کی شہادت ملاحظہ ہو - لکھا ہے:

" آج کل جو زندگی اتنی تکلیف دہ ہو گئی ہے MODERN LIFE IS SO UNCOMFORTABLE اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم ان چیزوں کے متعلق بھی ذاتی طور پر حساس ہو گئے ہیں جو بالکل یقینی اور شک و شبہ سے بالا تر سمجھی جاتی تھیں - پہلے لوگ جن باتوں پر یقین کرتے تھے اور اس لیے کرتے تھے کہ انہیں وہ سچ سمجھتے تھے یا اس لیے کہ تمام صحیح الخیال لوگوں کا نظریہ یہی تھا.....۔"[3]

اس سے قبل امریکہ کے مشہور ماہرِ نفسیات ولیم جیمز (WILLIAM JAMES) کا بھی سارا

(1) P. 14, Why I am not a Christian.

(2) P. 31. In Praise of Idleness and other Essays, by Bertrand Russell

(3) P. 1, Economic Philosophy, by Joan Robinson. William James

زور ایمان اور یقین پر تھا اور یہی اس کے فکر کی بنیاد ہے۔

ڈاکٹر اقبالؒ بھی فرماتے ہیں:

یقین پیدا کر اے ناداں، یقین سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

جرائم اور تشدد

ہاورڈ جونز سوشیالوجی کے مشہور بین الاقوامی ماہر لکھتے ہیں:

"آج کے دور میں چوریوں کی وارداتیں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اتنی چوریاں نہ ہوتی تھیں۔ اسی طرح پرائیویٹ اور پبلک جائیداد اور ملکیتوں کی تباہی جتنی آج ہو رہی ہے، تاریخ انسانی میں ایسی کبھی نہ ہوئی تھی۔ اور شاید سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسانوں نے انسانوں پر کبھی اتنا تشدد نہیں کیا تھا جتنا آج کیا جا رہا ہے۔ خاص طور سے کم عمروں اور نابالغوں نے جس طریقے سے احمقانہ طور سے تشدد میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے ـــ بالخصوص یورپ اور شمالی امریکہ میں، یہ بہت ہی اندوہناک اور تشویشناک ہے۔ ...... رفاہی حکومت نے اگرچہ انقلاب پیدا کیا ہے اور بہت سی سوشل خرابیاں دور کی ہیں اور مختلف طبقات میں ناہمواری کو کم کیا ہے مگر اس کا جرائم کی رفتار پر کوئی فائدہ مند اثر نہیں پڑا ہے، بلکہ ان سب خوش آئند تبدیلیوں سے جرائم میں ایسی مقدار سے اضافہ ہوا ہے کہ گویا یہ سب چیزیں ہی جرائم کو جنم دینے کی ذمہ دار ہیں۔ ...... ہم میں سے اکثر پہلے کی نسبت اقتصادی طور پر اتنے بہتر ہیں کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھے۔ اگر سوشل معاملات میں دلائل اور ثبوت کوئی معنی رکھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مادی بہتری کے سامنے ہمارا اندرونی سکون اور بیرونی حسنِ کردار ہم سے چھن گیا ہے۔[1]

اخلاقی و روحانی ترقی کی ضرورت

مذکورہ بالا بیانات دراصل مندرجہ ذیل قول الٰہی کی عملی اور تجرباتی تفسیر ہیں۔ قرآن نے تو پہلے ہی اعلان کر دیا تھا۔

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ (الشوریٰ ۲۷)

(1) PP. 7, 11, 150, 151, 159.—Crime in a changing Society.

by Howard James.

یعنی اگر خدا اپنے بندوں پر رزق وسیع کر دے تو لوگ زمین میں سرکشی اختیار کر لیں۔
حقیقت یہ ہے کہ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی از حد ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برٹرینڈرسل جیسے شخص کو بھی کہنا پڑا کہ:

"اب ہم اس دوسرے قسم کے نظریے کی طرف آتے ہیں جس نے انسانیت کو فائدہ پہنچایا ہے اور وقت پہ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ یعنی ٹیکنیکل کے برعکس اخلاقی ترقی ...... دنیا کی موجودہ حالت اور ایٹمی جنگ کا خطرہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اگر سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ اسی مناسبت سے اخلاقی اور سیاسی ترقی نہ ہو تو اس سے تباہی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔[1]"

یہی شخص دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ:

"سائنس نیکی کی جگہ نہیں لے سکتی۔ دل بھی اچھی زندگی کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دماغ۔[2]"

لیکن آجکل کی حکومتیں عوام کی روحانی اور اخلاقی ترقی کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتیں بلکہ عوام کو بداخلاقی اور برائیوں کی زندگی کی کھلی چھٹی دی جاتی ہے بلکہ انہیں ابلاغِ عامہ اور اشتہارات کے ذریعے اس کی ترغیب دی جاتی ہے۔ سود، قمار بازی، منشیات، فحش اور تشدد سے بھرپور فلمیں وغیرہ سب اس لیے برداشت کی جاتی ہیں کہ حکومت کو ان سے ٹیکس وصول ہوتا ہے اور اس سے افسر شاہی کے ٹھاٹھ باٹھ چلتے ہیں۔ حکمرانوں کو یہ ڈر بھی رہتا ہے کہ فلاں برائی کو روکنے سے کہیں لوگ ہمیں کم ووٹ نہ دیں اور کرسی دوسروں کو مل جائے۔ اسی وجہ سے شراب کی بندش امریکہ میں کامیاب نہ ہو سکی۔

وسیع و بسیط بحران | جدید دور کے مشہور سوشیالوجسٹ سارو کن (SOROKIN) جو انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف سوشیالوجی کے سابق صدر بھی ہیں یوں رقمطراز ہیں:

"مغربی زندگی کا ہر پہلو، نظم، کلچر اور تہذیب کو غیر معمولی بحران کی زد میں ہے ..... اس کا

(1) P. 123. Unpopular Essays.

(2) P. 48, The Future of Science, by B. Russell.

جسم اور ذہن مریض بن چکے ہیں۔ اس کے جسم پر مشکل ہی سے کوئی ایسا نقطہ ہوگا جو صحیح کام کر رہا ہو۔ یہ بحران اہلِ مغرب کے آرٹ، فلسفہ، مذہب، قانون، اخلاق، رہائش، طرزِ فکر، طور طریق اور ان کے معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی نظام ہائے زندگی جس میں ان کے خاندانی اور شادی بیاہ کے نظام بھی شامل ہیں، سبھی دائرہ ہا میں چھایا ہوا ہے۔ ...... یہ بات نہیں کہ اس بحران کو ہٹلروں، سٹالنوں اور میسولینیوں نے پیدا کیا ہے بلکہ وہ تو خود بحران تھا کہ جس نے ان کو جنم دیا تھا ...... ان کے ہٹانے سے بھی بحران ختم نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ قابلِ محسوس حد تک کم بھی نہ ہوگا ...... بلکہ اس سے نقطرا اور زیادہ بڑے اور نئے ہٹلر، سٹالن، روزویلٹ اور چرچل پیدا ہو جائیں گے۔ اور جب تک بحران باقی رہے گا، پیدا ہوتے رہیں گے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے دور کے شدید بحران کی وسعت اور ضخامت کتنی ہے۔ اگر اس کا مطلب مغربی سوسائٹی کا بالکل خاتمہ نہ بھی ہو پھر بھی اس سے مغربی سوسائٹی اور تہذیب میں ممکن حد تک زبردست انقلاب اور جدید کلچرل اور سوشل زندگی میں معنی خیز حد تک تبدیلیوں کا اندازہ ضرور کیا جا سکتا ہے۔ اس وجہ سے یہ اس سے کہیں گہرا اور اہم ہے جتنا کہ اس کو ایک عام بحران کا نام دینے والے سمجھتے ہیں۔ ملوکیت سے ریپبلک یا کیپیٹل ازم سے کمیونزم کی طرف قدم بالکل غیر اہم ہے، بہ نسبت اس تبدیلی کے جو کسی کلچر یا سوسائٹی کو بنیادی طور پر تبدیل کرنے کے اثرات سے ہوتی ہے — جیسے تصوری (Ideational) تہذیب یا اس کا عکس۔[1]

> تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
> جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

غم واندوہ کا دور امریکہ کے مشہور ماہر اقتصادیات، سوانح نگار اور سوشل تاریخ کے ماہر فرڈیننڈ لنڈبرگ اور مشہور ماہرۂ نفسیات و دماغی امراض ماریناایف فارنہم (ایم۔ ڈی)

1-PP-13-17 The Crisis of our age, by Dr. P.A. SOROKIN.

لکھتے ہیں:

"جدید انسانی زندگی میں غم والم اور پریشانیوں کا دائرہ اتنا وسیع تر ہوتا جا رہا ہے اور اتنا شدید تر بھی کہ سخت تشویش و فکر کا باعث بنا ہوا ہے۔ اس سے ہماری سوشل کلچر اور ذاتی زندگیوں کو سخت خطرہ لاحق ہو چکا ہے...... جس غم و اندوہ اور ناخوشی کی طرف سے ہمیں فکر لاحق ہے اس میں تمام صنعتی تہذیب ملوث ہے۔
کسی مبہم طریق پر جدید تہذیب کو جو شدید بحران گھیرے ہوئے ہے اس کی وجہ بھی یہی بڑھتی ہوئی الم انگیزی یا ناخوشی ہے۔ اس بحران (Crisis) کی علت اور اس کا جدید اثر دونوں ہی بنیادی طور پر روحانی (Psychic) ہیں۔ یہ جدید بحران اقتصادی بھی ہے، سوشل بھی اور سیاسی بھی۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر یہ بنیادی طور پر روحانی ہے۔ (It is fundamentally Psychic) نیز یہ بحران عورت کے گرد گھومتا ہے۔ اگرچہ اس کو مردوں نے حرکت دی ہے"[1]

یہ حضرات مزید لکھتے ہیں:

"اس وقت بھی جو پانچ اشخاص شادی کریں گے ان میں سے ایک ضرور وجہ طلاق بنے گا۔ ...... طلاقوں کی رفتار میں تیزی سے ترقی اور ایسے دیگر امور سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غم و فکر کے گھمبیر سایے وسیع پیمانے پر بڑھ رہے ہیں...... ۱۹۵۵ء کے آغاز سے امریکہ میں قتل کی رفتار میں بھی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے...... اور جو بھی قتل کا مرتکب ہوتا ہے وہ خوش باش نہیں خیال کیا جا سکتا"[2]

امریکہ میں ۱۹۶۵ء میں ہزار شادیوں میں سے ۲۸۲ میں طلاق ہوئی[3]

1- PP. 22, 23, Modern Woman, by Lundberg and Farnhamm M.D.

2- PP. 37, 39, ibid.

3- P. 468, Contemporary Social Problems, by R.K. Merton and R. Nisbet.

متذکرہ دونوں حضرات نے مزید لکھا ہے کہ:

"مادی ترقی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ ڈیڑھ سو سال قبل اس کا خیال بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔ بیماریاں اور وبائیں اس قدر کم ہوگئیں کہ اس سے پہلے سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ مادی لذتوں اور خوشیوں کے لیے سامانِ آرائش و آسائش ہمارے گرد کثرت سے بکھرے ہوئے ہونے کے باوجود یہ دور ایسا ہے کہ جہاں تک احساسات کا تعلق ہے اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ یہ تاریخِ انسانی میں سب سے بڑھ کر غمگینی اور ناخوشی کا دور ہے ...... یہ غم و اندوہ بڑھ رہا ہے اور حیرت انگیز طور پر پھیلتا جا رہا ہے۔ مزید یہ سوشل کلچرل اور پرائیویٹ زندگیوں میں بربادی کی دستک دے رہا ہے ...... انسان میں پہلے بھی نفرت اور تشدّد کے جذبات پائے جاتے تھے۔ گذشتہ لوگ نفرتوں اور تشدد کے باوجود گذارا کرتے تھے۔ مگر یہ بات جدید ترقی یافتہ انسان کے لیے ہی رہ گئی تھی جو اپنی ہیجانی وجوہات کی بنا پر قنوطیت کا شکار ہے کہ وہ نفرت اور تشدد کے لیے باقاعدہ اصول اور فلسفے گھڑ ڈالے"[1]

لنڈبرگ اور فارنہم پھر لکھتے ہیں:

"آخرکار ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اعصابی اور نفسیاتی بیماری اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ علاج کی فکر کرنا ناگزیر ہوگیا ہے۔ امریکہ میں ۲۵ سے ۳۳ تک بالغ افراد اسی حد تک نفسیاتی بیماری کے مریض ہیں ...... اس کے علاوہ ہم اس نتیجہ پر بھی پہنچتے ہیں کہ مزید ۵ ۲ تا ۳۳ فیصد لوگ اعصابی اور نفسیاتی بیماریوں سے پریشان رہتے ہیں"[2]

(باقی)

1- PP. 22. 26, Contemporary Social Problems,

by R.K. Merton and R. Nisbet,

2- PP. 416 - 35 - ibid.